OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

گوجرانوالہ میں خواتین پر تشدد کے خاندانی و معاشرتی اسباب واثرات: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیہ

Family and Social Causes and Impact of Violence on women in Gujranwala: An Analytical Study in the light of Islamic Teachings

عظمیٰ اسلم

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر علی اصغر چشتی

چیئرمین شعبہ حدیث وعلوم حدیث، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

This article aims to highlight enactment in Pakistan regarding violence against women in the light of Islam. It is a burning issue of modern world which is trying to handle by different countries through enactment according to their customs and regional needs. Violence refers to inflicting physical and mental distress on a spirit that has a profound effect on its physical and mental organs. There are many types of violence like sexual, work place, educational and domestic etc.Sexual harassment means attempting to have any sexual or sexual orientation or the purpose of any action that is taken against a person by using intimidation or coercion by another person in a sexual relationship. The target is to have relationships anywhere in them.

Gujranwala ranks fifth among the major industrial cities of Pakistan. It is as big a city as the Gujjars. The honour of women is as low as it is here today and women are treated worse by family traditions.They are not safe in their own homes nor are outside. The same stereotypes are practiced by women and women. It is targeted that the destitute woman, whether inside or outside the home, is destitute in every situation. This research describes the family and social causes of violence against women in which the family members are forced into their lives. Rights are deprived of how animals are treated when living in their own home. Violence is violent, so the rest of the family accepts the influence of the child and the community as well. Islam gives women the same rights as men and also they have same responsibilities but society does not accept it

گوجرانوالہ پاکستان کے شہروں میں ایک صنعتی شہر ہے جس کا لاہور سے ساٹھ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ ۲۰۱۷ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی کے لحاظ سے ملک کا پانچواں بڑا شہر ہے اور سطح سمندر سے اس کی بلندی سے ۷۴۴ فٹ ہے اور یہ پہلوانوں کا شہر بھی مشہور ہے۔ اس ضلع کے شمال مغرب میں دریائے چناب اس کو گجرات اور شاہ پور کے ضلعوں سے جدا کرتا ہے۔ شمال مشرق کی طرف ضلع سیالکوٹ جنوب کی طرف ضلع لاہور، جنوب مغرب کی طرف منٹگمری اور جھنگ کے اضلاع ہیں۔ اس ضلع میں رہنے والے زیادہ تر تین مذاہب کے پیروکار ہیں۔ ہندو، مسلمان اور سکھ وغیرہ اس کے علاوہ تھوڑی تعداد میں عیسائی بھی اس ضلع میں رہتے ہیں۔ اس شہر کو گوجروں نے بسایا اسی لیے اس کا نام گوجرانوالہ ہے۔ پہلے پہل یہ

چھوٹا سا گاؤں تھا۔ پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے لاہور پر قابض ہونے سے پیشتر ان کا دارالخلافہ رہا۔ انگریز راج میں اس شہر کی آبادی بڑھ گئی اور دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ گوجرانوالہ ضلع منڈی ہے۔ باہر کا مال غلہ وغیرہ یہاں آتا ہے۔ یہاں پیتل، کانسی کے بڑے خوش وضع برتن، لوہے کے صندوق اور حمام تیار ہو کر دور دور تک جاتے ہیں۔ مٹی کے برتن بھی نہایت عمدہ اور نفیس بنتے ہیں۔ دیسی کپڑا مثلاً دھوتیاں، لنگیاں، کھیس وغیرہ بنے جاتے ہیں۔ پھلکاریاں اور چوب بھی اچھے کاڑھے جاتے ہیں۔ گوجرانوالہ میں صوبائی، قبائلی، نسلی اور برادری ازم کی بنیاد پر خاندانی و معاشرتی مسائل ترجیحات پر ہیں۔ ان میں خاندانی، نفسیاتی، معاشی و معاشرتی قسم کے مسائل زیر بحث ہیں۔ خاندان بکھرتے جا رہے ہیں معاشرتی برائیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ شوہر کا بیوی کو قتل کرنا، لڑکی کا آشنا کے ساتھ مل کر بھاگ جانا آئے دن اخبارات کی زینت بنتا چلا جا رہا ہے ان کا حال صرف اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مضمر ہے یہاں پر خواتین پر تشدد کی اسباب درج ذیل ہیں۔

شادی کے لیے رضامندی

شادی کی اتنی کڑی شرائط نے آج کے والدین کو انتہائی پریشانی سے دوچار کر رکھا ہے۔ مناسب حالات اور بجٹ نہ ہونے کے باعث لڑکیاں بیچاری گھر کی چار دیواری کے اندر ہی بوڑھی ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اگر اس اثناء میں کوئی لڑکی اپنی پسند سے رشتہ کر لیتی ہے تو اس کا نتیجہ خاندان اور زوجین کے بیچ عدم موافقت کی صورت میں نکلتا ہے۔ گوجرانوالہ میں اکثریت ایسی لڑکیوں پر تشدد کے کیسز ہیں جنہوں نے اپنے ماں باپ کی مرضی کے بغیر پسند سے شادی کی اور اس کا انجام یا تو اس کو ذلت و پستی کی گہرائیوں میں دھکیل دیا گیا یا پھر اس کو زندہ جلا دیا گیا۔ آئے دن ٹیلی ویژن اور اخبارات میں خبریں آتی رہتی ہیں جیسے

گوجرانوالہ میں نان و نفقہ نہ ملنے پر بیوی روٹھ کر میکے چلی گئی[1]

اب اگر بیوی کے ساتھ پسند کی شادی ہے اور شوہر اس سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کو واپس لے آئے گا لیکن اگر پسند کی شادی نہیں ہے تو بیوی میکے میں ہی انتظار کرتی رہ جائے گی اور اس کا نتیجہ بہت بھیانک نکلے گا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ [2]

رسول ﷺ نے فرمایا جب تمہیں ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کا دین و اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کروا گر ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بہت فساد ہو گا۔

شادی میں تاخیر کے اسباب میں سے یہ بھی ہے:

''بعض مرتبہ قوت فیصلہ اور بروقت فیصلہ کرنے کی قوت کی کمی کی وجہ سے والدین اپنی بچیوں کے سلسلے میں بروقت فیصلہ نہیں کر پاتے بالاخر پریشان ہوتے ہیں اور والدین شادی میں تاخیر کا سبب بنتے ہیں۔'' [3]

آج کل حالات ہی ایسے ہیں کہ ایک طرف والدین راضی ہوتے ہیں تو اولاد تیار نہیں ہوتی اور اگر اولاد اپنی مرضی کرتی ہے تب بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔اس لیے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ دین اسلام کو مد نظر رکھ کر اس طرح کے حالات پیدا کیے جائیں کہ زوجین ایک خوشگوار زندگی گزار سکیں اور رشتوں کے معاملے میں دین کو ترجیح و برتری دی جائے۔اگر لڑکی کسی کو پسند کرتی ہے تو والدین کو اپنی پسند سے آگاہ کر سکتی ہے۔لیکن ہمارا ظالم سماج اس بات کو اناء کا مسئلہ بنا دیتا ہے اور ایسا کہنے پر پر لڑکی کو زود و کوب کر کے ظلم و تشدد کیا جاتا ہے اور زور زبردستی اس کی شادی بغیر اس کی رضا کے کسی اور شخص سے کر دی جاتی ہے اب چونکہ یہ شادی لڑکی کی رضامندی کے بغیر ہوئی تو شوہر بھی اس پر روزانہ ظلم و تشدد کرتا ہے جس کے سبب لڑکی خوف، غصہ، دبدبہ اور نفسیاتی طور پر نیم پاگل ہو جاتی ہے کیونکہ فطرت کے خلاف کیا ہوا کوئی بھی کام تباہی لے کر آتا ہے اور اس کا انجام لڑکی کے میکہ اور سسرال دونوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔جبکہ مذہب اسلام نے عورت کے لیے گنجائش رکھی ہے کہ اگر اس کے نکاح کی بات چل رہی ہو تو اس سے اس کی رضامندی پوچھ لی جائے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لا تنكح الأيم حتى تستأمر ولا تنكح البكر حتى تستأذن[4]

شوہر دیدہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے مشورہ نہ لے لیا جائے۔اور کنواری عورت کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔اسی طرح اگر بچپن میں کسی لڑکی کا نکاح ہو گیا ہو تو بالغ ہونے پر اس کو اختیار مل جاتا ہے کہ وہ چاہتی ہے تو اس کو قائم رکھے یا ختم کر دے۔

جہیز دینے اور نہ دینے کے مسائل

خواتین پر تشدد کا ایک بڑا مسئلہ جہیز کا ہے۔والدین اپنی حیثیت کے مطابق اپنی بیٹیوں کو وہ ساری چیزیں دیتے ہیں جو اس کی ضرورت کی ہوتی ہیں تاکہ سسرال والوں سے طعنے نہ سننے پڑیں لیکن اکثریت والدین کی غریب ہوتی ہے اور وہ اپنی بیٹیوں کو بھاری بھر کم ساز و سامان دینا برداشت نہیں کر سکتے۔لڑکی والوں کو بارات کے اخراجات، مہمانوں کی بہتر خاطر تواضع کرنا اور لڑکی کے لیے اچھے بناؤ سنگھار کے لیے بھی خرچہ کرنا ہوتا ہے۔آجکل ایک نیا ٹرینڈ چلا ہے اس میں لڑکے والوں کی طرف سے موٹر بائیک یا کاروبار کے لیے نقد پیسوں کی ڈیمانڈ ہوتی ہے جو کہ پوری نہ ہونے پر بیوی کو نہ صرف شوہر بلکہ پورے سسرال والوں کی طرف سے تشدد کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔لالچ نے انسان کو اندھا کر کے رکھ دیا ہے زمین جائیداد کاروبار کے لیے پیسوں کا لالچ رکھنے کی وجہ سے لڑکیاں یا تو شادی کے بغیر رہ جاتی ہیں اور شادی کی عمر کی حد پار کر جاتی ہیں اور پھر اپنے ہی گھر والوں کے ہاتھوں تشدد کا نشانہ بنتی ہیں۔گوجرانوالہ میں اکثر ایسے کیسز بھی سامنے آئے جس میں نہ صرف سسرال والوں کی طرف سے تشدد ہوا بلکہ شادی میں تاخیر کی وجہ سے اپنے ہی گھر والوں کی طرف سے طعن و تشنیع کا باعث بنا کر خواتین کو ناجائز کرنے پر مجبور کر دیا۔

لیکن اگر اس کو حضور ﷺ کی احادیث کی روشنی میں پرکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے کیسے حضرت فاطمہؓ کی شادی کی۔

حضرت فاطمہ زہراؓ کا مہر ۴۰ مثقال چاندی قرار پایا اور اصحاب کے ایک مجمع میں خطبہ نکاح پڑھا دیا گیا۔قابل غور بات یہ ہے کہ شادی کے وقت حضرت علیؑ کے پاس ایک تلوار ایک ذرہ اور

پانی بھرنے کے لئے ایک اونٹ کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا تلوار کو جہاد کے لئے رکھو۔اونٹ کو سفر اور پانی بھرنے کے لئے رکھو لیکن اپنی زرہ کو بیچ ڈالو تاکہ شادی کے وسائل خرید سکو۔رسول اکرمؐ نے جناب سلمان فارسیؓ سے کہا اس زرہ کو بیچ دو۔جناب سلمانؓ نے اس زرہ کو پانچ سو درہم میں بیچا۔پھر ایک بھیڑ ذبح کی گئی اور اس شادی کا ولیمہ ہوا۔جہیز کا وہ سامان جو دختر رسول اکرمؐ کے گھر لایا گیا تھا اس میں چودہ چیزیں تھیں۔" [۵]

اس لیے دور حاضر میں بھی خواتین کو لے کر بجائے زمین جائیداد کے اگر دین کو اولین ترجیح دی جائے تو مسائل کافی حد تک حل ہو سکتے ہیں۔

مشترکہ خاندانی نظام ور قابتیں

گوجرانوالہ میں برادری، قبائل اور نسل پرستی کا رنگ بہت غالب ہے۔پھر ہر قبیلہ اور برادری اپنی ترجیحات اور رسوم و رواج رکھتا ہے جنہیں وہ ہر حال میں قائم رکھنا چاہتا ہے ان میں ایک بڑا مسئلہ مشترکہ خاندانی نظام کا ہے یہ نظام اپنی حد میں ایک خاص دورانیے تک کامیاب بھی ہے لیکن اکثر اس کا نتیجہ خاندانی خلفشار وانتشار کی صورت سامنے آتا ہے جس کے سبب سے خاتون نفسیاتی الجھنوں میں گر جاتی ہے ذہنی اور اعصابی تناؤ کا شکار ہو کر مستقل ذہنی مریضہ بن جاتی ہے۔

"مشترکہ رہائش میں عورت بہت سے اسلامی تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہوتی ہے جبکہ اسے نفسیاتی طور پر بھی بہت سی الجھنیں پیش آتی ہیں مثلا عورت پر مرد کا حق زوجیت ہے اور دن ہو یا رات جب بھی چاہے عورت سے یہ حق وصول کر سکتا ہے لیکن اکٹھے رہنے سے یہ ناممکن ہے عورت پر دیور، جیٹھ، نندوئی اور سسرال کی دیگر خواتین کے محرم افراد سے پردہ کرنا فرض ہے جو مشترکہ رہائش میں ناممکن ہے۔عورت مرد کا مزاج سمجھنے اور اس کی موافقت اختیار کرنے کی پابند ہے کیونکہ یہ اس کی ازدواجی زندگی کے لئے ضروری ہے لیکن مشترکہ رہائش میں عورت کو دیگر سسرالی افراد کے مزاج کو سمجھ کر ان سے بھی نباہ کرنا پڑتا ہے اس طرح مرد کی موافقت و موانست کرنا مشکل ہے" ۔[۶]

ایک لڑکی اپنی زندگی کے بیس سے پچیس سال اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ گزار کر جب سسرال جاتی ہے تو وہاں سب لوگ اجنبی ہوتے ہیں۔ان کی مزاج کو سمجھنے اور ان کے ساتھ گھلنے ملنے میں وقت لگتا ہے اور اللہ پاک نے واضح طور پر زوجہ کے لیے بہتر سکون، عدم ضرر اور بہتر اخراجات کے بندوبست کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ﴾[7]

(تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان (طلاق والی) عورتوں کو رکھو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہنچاؤ اور اگر وہ حمل سے ہوں تو جب تک بچہ پیدا ہو لے انہیں خرچ دیتے رہا کرو پھر اگر تمہارے کہنے سے وہی دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اجرت دے دو اور باہم مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو اور اگر تم آپس میں کشمکش کرو تو اس کے کہنے سے کوئی اور دودھ پلائے گی۔)

اولاد کا نہ ہونا

اولاد نعمت خداوندی ہے یہ ایسی نعمت ہے جس کے حصول کیلئے انبیائے کرام نے بھی دعائیں مانگی ہیں کہ اللہ انہیں اولاد صالح نصیب فرمائے۔ شادی کے بعد جوز وجین خاص طور پر عورت شدید خواہش رکھتی ہے کہ اس کی اولاد ہو جس کے ساتھ وہ خود کو اپنے خاندان اور معاشرے میں مستحکم کر سکے۔ اولاد کا نہ ہونا بھی اللہ کی طرف سے ہے یہ عورت کے بس کی بات نہیں ہے ۔عورت تو خود چاہتی ہے کہ اس کی اولاد ہو کیونکہ اگر اولاد نہیں ہو گی تو وہ خود کو غیر محفوظ سمجھے گی۔ اور پھر نہ صرف خاندان بلکہ معاشرے کی طرف سے بھی طعنے برداشت کرنا پڑیں گے اور اسے ایسے ناکردہ گناہ کی سزا بھگتنا پڑتی ہے جس کی وجہ سے وہ نفسیاتی بیمار ہو کر خلفشار میں مبتلا ہو جاتی ہے اور پھر اولاد کے حصول کیلئے غیر شرعی کام سے بھی گریز نہیں کرتی اور مختلف عاملوں کے پاس جا کر اپنا ایمان خطرے میں ڈالتی ہے جس کا خبریں روزانہ اخبارات ورسائل میں ملتی ہیں۔ اس نفسیاتی مسئلہ کو ختم کرنے کے لیے اپنے عقیدے کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ سب سے پہلے انبیائے کرام نے اولاد کے لیے اللہ کے حضور دعا کی۔ جیسے حضرت ابراہیم نے دعا کی

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ﴾[۸]

میرے رب! مجھے نیک بخت صالح اولاد عطا فرما

حضرت زکریاؑ نے دعا کی

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾[۹]

(اسی جگہ زکریاؑ نے اپنے رب سے دعا کی۔ کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔)

یہ دونوں دعائیں اس نفسیاتی پریشانی کا حل ہیں جو ایک شادی شدہ عورت کو بے اولادی کی صورت میں سامنا کرتی ہے۔ جن انبیائے کرام نے اولاد کے حصول کے لیے اللہ پاک کے حضور مانگا تو زوجین کو بھی اللہ پاک سے ہی رجوع کرنا چاہیے۔ ارشاد باری ہے

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾[10]

(اور جو لوگ دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا)

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَالطِّيبُ وَجُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ"

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا مجھ کو دنیا کی تمام چیزوں میں خواتین اور خوشبوئیں محبوب اور پسندیدہ ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

عورت کی زندگی کا اہم مرحلہ سسرال میں شروع ہوتا ہے اگر عورت کو اولاد نہ ہو تو اس کی زندگی جہنم بنا دی جاتی ہے بانچھ پن سے مراد اولاد پیدا نہ کرنے کی صلاحیت ہے یہ ایک طبّی مسئلہ ہے اور ضروری نہیں اس مسئلے سے صرف عورت ہی دوچار ہو۔ اس کا شکار مرد بھی ہو سکتا ہے اس کے کئی اسباب اور عوامل ہو سکتے ہیں۔

''اولاد میں صرف بیٹیوں کو پیدا کرنا بھی ایک ناقابل معافی جرم بن کر رہ گیا ہے۔۔۔اس جرم کی پاداش میں بیوی کو مبینہ طور پر ڈنڈوں اور آہنی راڈوں سے تشدد کا نشانہ بناڈالا بیوی طبّی امداد کے لیے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال منتقل، ڈاکٹر نے تشدد کی تدیق کر دی'' ۔[12]

ظلم وزیادتی اور تشدد کرنا

ہمارے ہاں ایک آیت کو استدلال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے کہ اگر بیوی نافرمان ہے تو ہر قسم کا تشدد اس پر جائز ہے۔ چاہے جیسے مرضی مارلو۔ جبکہ اس آیت کے ترجمے پر مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں:

''یہ مطلب نہیں کہ تینوں کام بیک وقت کر ڈالے جائیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نشوز کی حالت میں ان تینوں تدابیر کی اجازت ہے۔ اب رہا ان پر عملدرآمد تو بہر حال اس میں قصور اور سزا کے درمیان تناسب ہونا چاہیے اور جہاں ہلکی تدبیر سے اصلاح ہو سکتی ہو وہاں سخت تدبیر سے کام نہیں لینا چاہیے ۔''[۱۳]

لیکن گوجرانوالہ میں جو کیسز سامنے آئے ان میں مارنا پیٹنا، جلا دینا، اور تیزاب گرا دینا وغیرہ شامل ہیں۔ خاتون فطرت با حیا ہے اس لیے وہ ذکر کرنے سے گھبراتی ہے۔ ہمارا مذہب کسی بھی صورت اپنی عورتوں کو زود کوب کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ خاوند سے تقاضا کرتا ہے کہ بیوی سے اچھا برتاؤ کیا جائے محبت و ملنساری کا سلوک کیا جائے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا

تم میں بہترین وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں۔[14]

ازدواجی زندگی کے راہنما اصول کے مصنف لکھتے ہیں:

''بیوی کے ساتھ ہنسی، دل لگی، خوش باشی کا جو مظاہرہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے وہ مثالی ہے۔ امت کے لیے نمونہ ہے جس پر عمل کرنے سے دین و دنیا میں کامیابی کی ضمانت ملتی ہے۔ اور سکون یقینی ہو جاتا ہے'' ۔[۱۵]

یعنی کئی اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ ذہنی صحت اور گھریلو تشدد میں گہرا تعلق ہے۔ اس بنا پر اعصابی تناؤ، کھچاؤ، منشیات پر اثرات و انحصار اور خود کشی عورتوں کی زندگی میں مختصر طور پر آنے والے اثرات کے طور پر نوٹ کئے گئے ہیں۔

''صوبہ پنجاب کے وسطی شہر گوجرانوالہ کے نواحی علاقے میں پولیس کو دو نو عمر لڑکیوں کی لاشیں ملی ہیں جنھیں تشدد کر کے مار دیا گیا ہے۔ جبکہ پولیس کہتی ہے کہ ان لڑکیوں کے ساتھ جنسی تشدد کے امکان کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ تحصیل نوشہرہ کی پولیس کے ایک اہلکار محمد رمضان کے مطابق پولیس کو اطلاع ملی کہ سیم نالے کے قریب دو لڑکیوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ پولیس نے جائے حادثہ پر پہنچ کر لاشوں کو قبضے میں لے لیا۔ پولیس اہلکار کے مطابق ان مقتول لڑکیوں میں ایک ۱۴ سالہ لڑکی نے کسی پرائیویٹ سکول کی وردی پہنی ہوئی تھی جب کہ دوسری لڑکی جس کی عمر ۱۶ سال کے قریب ہے۔ اس نے پینٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی اور بظاہر حلیے سے وہ کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان لڑکیوں کو سر اور سینے میں گولیاں ماری گئی ہیں۔ مقامی پولیس نے مقتولین کی شناخت کے لیے علاقے کی مساجد میں اعلان بھی کروائے لیکن کوئی بھی اُن کی شناخت کو نہیں آیا۔ پولیس کا کہنا ہے کہ یہ لڑکیاں کسی دوسرے علاقے سے ہیں تاہم اُنہیں نوشہرہ میں لا کر مارا گیا ہے۔ سٹی پولیس آفسر راجہ رفعت کے مطابق ان لڑکیوں کی لاشوں کی شناخت کے لیے دوسرے اضلاع کی پولیس کو بھی لکھ دیا گیا لیکن کسی کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔''[۱۶]

ایک عورت کو جب بار بار طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے تو وہ جسمانی اور جذباتی معاملات کو کنٹرول رکھنے میں ناکام ہو جاتی ہے اسے بیمار سمجھ کر اس کا علاج ڈاکٹروں سے تو کروایا جاتا ہے لیکن اپنی طرف سے طعن و تشنیع کو کم نہیں کیا جاتا جس کا نتیجہ آخر کار عورت احساس کمتری، خوف اور غصہ کو اپنے اندر رکھ کر خود کشی کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتی ہے تاکہ وہ اس ظلم و تشدد سے نجات حاصل کر سکے۔ گوجرانوالہ کیسز میں ایسے بہت سی خواتین کے واقعات سامنے آئے جنھوں نے خاندانی و سسرالی دباؤ اور ڈپریشن میں آکر خود کشی کر لی اور اپنی زندگی کو ختم کر لیا یا پھر سسرال کی طرف سے ظلم و تشدد کا نشانہ بنا کر مار دی گئیں یا جلا دی گئیں اور اس کے بعد اس کو خود کشی کا رنگ دے دیا گیا۔ گوجرانوالہ خواتین کی اکثریت صرف اور صرف مجبوری، حالات کی سختی، سسرال والوں کی بے رحمی، اپنوں کی ناروا سلوکی اور شوہر کے خرچہ نہ دینے کی وجہ سے معاشی

سر گرمیوں میں مصروف ہیں ورنہ ان سے جبری طور پر تشدد کے ذریعے بھی کام کروا کے معاوضہ چھینا جا سکتا ہے۔بہت کم ایسی خواتین تھیں جو بنا کسی جبر و تشدد کے اپنی مرضی سے اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے اور ملک و قوم کی ترقی کے لیے کام کر رہی تھیں۔گوجرانوالہ میں خواتین پر تشدد کے معاشی و معاشرتی اسباب درج ذیل ہیں۔

ملازمت پیشہ خواتین کے ساتھ ناانصافیاں

آج کے اس مہنگائی کے دور میں فرد واحد گھر کی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے پوری نہیں کر سکتا۔انہیں پورا کرنے کے لیے اسے اپنی بیوی کو بھی ملازمت کروانی پڑتی ہے اب یہ ملازمت اس کی ذہنی سوچ سے میل کھاتی ہو یا نہیں اس کو ہر صورت کرنی ہے اور آخر میں تنخواہ لا کر اپنے شوہر یا ساس کی ہتھیلی پر رکھنی ہے۔اس صورت میں اسے نہ تو گھر، خاندان والوں کی کوئی معاونت ہوتی ہے نہ ہی حوصلہ افزائی بلکہ اس سے کولہو کے بیل کی طرح گھر اور باہر دونوں طرح کے کام کروائے جاتے ہیں اور ذرا سی کوتاہی کرنے پر ظلم و ستم کیا جاتا ہے اور جس جگہ ملازمت کرتی ہے وہاں اسے زیادہ محنت کے بدلے کم معاوضہ ملتا ہے اور کم معاوضہ میں کام کرنے سے انکار کرے تو ترقی نہ ملنے اور تنخواہ میں اضافہ سے انکار ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اس کو شوہر اور سسرال والوں کی طرف سے ظلم و تشدد کا سہنا پڑتا ہے۔خواتین جب فکر معاش دور کرنے کے لئے دفاتر میں ملازمت کرتی ہیں تو وہاں سینئر افسران یا مالکان انتہائی بد سلوکی، بے عزتی اور ناانصافی کا برتاؤ کرتے ہیں۔اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کر کے خواتین کو ناجائز اور حرام کرنے پر اکساتے ہیں اور اگر خواتین ان کی خواہشات کا احترام نہیں کرتیں تو بدلے میں انہیں بہت زیادہ کام دے دیا جاتا ہے جو کہ وقت پر پورا نہیں ہوتا اور نتیجتاً طعن و تشنیع اور ظلم و تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ جان بوجھ کر خواتین کو بدنام کرتے ہیں ان کی منفی تشہیر کرتے ہیں تاکہ انہیں کہیں اور کام نہ ملے اور وہ ان کے پاس ذلیل اور رسوا ہو کر کام کرتی رہیں:

> ''آزادی اور ملازمت کا شوق عورت کو اس کے اصل مرکز عمل اور حقیقی کارگاہ حیات یعنی اس کے گھر سے اسی باہر نکال کر لے گیا ہے یہ خود عورت کے لئے اور مجموعی طور پر مسلم معاشرے اور ملت کے لیے سب سے بڑا گھمبیر مسئلہ بن گیا ہے اس کا حل یہ ہے کہ عورت پلٹ کر اپنی قلمرو میں آجائے اور باہر کے مسائل مرد پر چھوڑ دے اس طرح اولاد ہی ضائع نہیں ہو رہی بلکہ ازواج کے وظائف بھی متاثر ہو رہے ہیں ازدواجی زندگی کی عمارت شکست اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی ہے خاندانی نظام کا استحکام متزلزل ہو رہا ہے''۔[۱۷]

جبکہ ہمارے دین اسلام میں مرد پر لازم ٹھہرایا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کی کفالت کرے۔اگر وہ ماں باپ کے گھر اپنے میکہ میں ہو تو اس کا خرچ اس کے والد اور بھائی کے ذمہ ہے۔اگر وہ شادی شدہ ہے تو بھی اللہ پاک نے ان کا حق ملکیت برقرار رکھا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا﴾[۱۸]

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی ادا کرو۔ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے خود تمہارے لیے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو

اس آیت سے مہر کے متعلق عورت کی ملکیت کا حق ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر عورت معاشی تنگی یا اپنی خوشی سے کماتی ہے تو اس کا پورا حق رکھتی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے خرچ کر سکے۔ بعض احادیث ثابت کرتی ہیں کہ دور رسالت میں مالدار صحابیات اپنے شوہروں کو زکوۃ دیا کرتی تھیں چنانچہ حضرت زینبؓ نے حضرت بلالؓ کے ذریعے رسولؐ سے پوچھا کہ کیا اگر میں اپنے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر مال زکوۃ صرف کروں تو کیا یہ جائز ہے؟اس پر رسولؐ نے فرمایا

ہاں! اس کے لیے دو اجر ہیں ایک رشتہ سے حسن سلوک کا دوسرا صدقہ کرنے کا

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لِي مِنْ أَجْرٍ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هَكَذَا وَهَكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ قَالَ نَعَمْ لَکِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِم[19]

ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! کیا ابو سلمہ کے بچوں کو خرچ دینے میں مجھے ثواب ملے گا میں انہیں اس حالت میں اور اس طرح (فقر کی حالت میں) چھوڑ نہیں سکتی وہ بھی میرے ہی بچے ہیں آپؐ نے فرمایا ہاں تجھے ثواب ملے گا جو تو ان کی ذات پر خرچ کرے گی۔

عورت کی ملازمت کی پاداش میں خاندانی نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے میاں بیوی کے درمیان مفاہمت کی بجائے سوئے تفاہم کی خلیج حائل ہو گئی ہے جو بیشتر حالات میں آپس کی جدائی یا ناپسندیدہ اور پریشان کن زندگی گزارنے کا سبب بنتی ہے۔''[20]

اب اگر اس کے باوجود شوہر بیوی کو زور زبردستی ملازمت کروائے۔اس کی تنخواہ اس سے لے لے تو یہ سراسر تشدد اور زیادتی ہے۔جبکہ اسلام میں سرے سے ایسا نہیں ہے اسلام میں عورت اپنی ثروت اور اثاثے کی خود مالک ہے خواہ شوہر کو یہ بات پسند آئے یا نہ آئے۔باپ کو یہ چیز پسند ہو یا نہ ہو اس کو کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنا سامان، سرمایہ اور دولت جو اس نے خود جمع کی ہے آزادانہ خرچ کر سکتی ہے۔اس سے کسی کو بازپرس کا حق نہیں ہے عورتوں کے معاشی حقوق کی حمایت اسلام ساڑھے چودہ سو سالوں سے مسلسل کرتا چلا آرہا ہے۔

جائیداد ہتھیانے کا لالچ

موجودہ دور میں رواج ہے کہ وراثت اور جائیداد میں عورت کا کوئی حصہ نہیں دینا۔کچھ لوگ صرف اسی لالچ میں شادی کرتے ہیں کہ انہیں لڑکی کی طرف سے جائیداد میں حصہ ملے گا جس سے وہ اپنی کاروباری حیثیت مستحکم کریں گے لیکن ایسا کچھ نہیں ہوتا۔جب شوہر بیوی کو میکے بھیجتا ہے کہ اپنے میکے سے جائیداد میں سے حصہ لے کر آؤ ورنہ واپسی کا رخ نہ کرنا۔لڑکی

بیچاری کے والدین کے پاس اتنی جائیداد نہیں ہوتی کہ وہ اس کو حصہ دے سکیں بدلے میں عورت کو مجبوری کے طور پر ایک بار پھر والدین پر بوجھ بننا پڑتا ہے۔ گوجرانوالہ رپورٹس میں کیسز کی بڑی تعداد ایسی بھی تھی جن میں خواتین پر تشدد کی وجہ صرف یہی تھی کہ انہیں وہ مطلوبہ جائیداد نہیں ملی تھی جس کی لالچ میں یہ شادی کی گئی تھی۔ جائیداد میں لڑکیوں کو پورا حق ہونا چاہیے۔ گھر کی سطح پر ہونے والے فیصلوں میں بھی ان کی رائے لی جائے اور ان کی رائے کا احترام بھی کیا جائے۔ عورت کا نان ونفقہ ہر حالت میں مرد کے ذمہ ہے اگر بیٹی ہے تو باپ کے ذمہ، بہن ہے تو بھائی کے ذمہ، بیوی ہے تو شوہر پر اس کا نان ونفقہ واجب کر دیا گیا اور اگر ماں ہے تو اس کے اخراجات اس کے بیٹے کے ذمہ ہیں۔

﴿ لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴾[21]

اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر مہر مقرر کئے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، ہاں انہیں کچھ نہ کچھ فائدہ دو۔ خوش حال اپنے انداز سے اور تنگ دست اپنی طاقت کے مطابق دستور کے مطابق اچھا فائدہ دے بھلائی کرنے والوں پر یہ لازم ہے۔

خوشحال آدمی اپنی استطاعت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی توفیق کے مطابق معروف طریقے سے نفقہ دے۔ وراثت میں بھی خواتین کو پورا حصہ دیا گیا ہے۔

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾[22]

(اللہ تمہیں اولاد کے بارے میں فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگر اس میت کی اولاد ہو اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ وارث ہوتے ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے۔ ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے یہ حصے اس کی وصیت (کی تکمیل) کے بعد ہیں جو مرنے والا کر گیا ہو یا ادائے قرض کے بعد تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ

قریب ہے۔یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔بیشک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے۔)

ہراساں کرنا

موجودہ دور کی سب سے بڑی معاشرتی برائیاں ہیں کسی کی بہن بیٹی کا پیچھا کر کے اس کو ہراساں کرنا اس کو ورغلانا اور اس کو گناہ و برائی کی کام پر آمادہ کرنا ہے یہ تشدد کی وجوہات میں سے ایک ہے۔جب کوئی مرد کسی لڑکی کا پیچھا کرتا ہے تو لڑکی جسمانی و ذہنی اذیت میں مبتلا ہو جاتی ہے نہ کسی کو بتا سکتی ہے نہ اس سے پیچھا چھڑوا سکتی ہے بس اندر ہی اندر کڑھتی رہتی ہے آخر کار یا تو پڑھائی یا ملازمت چھوڑ دیتی ہے یا پھر ڈپریشن جیسی بیماری میں مبتلا ہو کر گھر میں بند ہو جاتی ہے۔آج کے جدید دور میں بھی گلی، محلوں اور بازاروں میں کھڑے ہو کر مردوں کا عورتوں پر آوازیں کسنا، جانور کی آوازیں نکالنا، جنسی اشارے کرنا، جنسی مذاق کرنا، برے اور فحش نام لے کر پکارنا وغیرہ شامل ہیں یہ عام سمجھا جاتا ہے اور اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا جاتا۔اس طرح عورت بدسلوکی اور جنسی تشدد کا شکار ہوتی رہتی ہے۔اس کا پیچھا کر کے ہراساں کر کے اس کو اغوا کر کے اس کے اعتماد اور حق کو سلب کر لیا جاتا ہے یہ انتہائی تکلیف دہ واقعہ ہے ایسے لوگوں کو معاشرے میں زندہ رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔ان کی صلاحیتیں و خود اعتمادی متاثر ہوتی ہے اور وہ فیصلہ نہیں کر پاتیں اور خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہیں۔

تیزاب پھینک کر عورتوں کے جسمانی اعضاء کو نقصان پہنچانا

پاکستان کے بہت سارے علاقوں میں جہیز یا رشتہ نہ ملنے اور خاندانی دشمنی جیسی وجوہات کی بنا پر خواتین پر تیزاب پھینک کر ان کے چہرے اور جسم جھلسانے کے واقعات کی خبریں آئے دن ذرائع ابلاغ میں آتی رہتی ہیں۔ ۲۰۱۱ء میں اس سلسلہ میں پارلیمنٹ نے قانون بھی پاس کیا لیکن معاملہ جوں کا توں ہے بلکہ آئے روز اس میں مزید اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

معروف وکیل آفتاب باجوہ کہتے ہیں:

''اب تیزاب پھینکنے کی کم سے کم سزا چودہ سال کر دی گئی ہے دس لاکھ روپے جرمانہ اور مجرم کی جائیداد کی ضبطی بھی ہو سکتی ہے۔اس کے علاوہ تیزاب پھینکنے والوں کو حملے سے ضائع ہونے والے اعضاء کا معاوضہ بھی دینا ہوگا'' ۔[23]

عورت فاؤنڈیشن نے ۲۰۱۲ء میں اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ قانون بن جانے سے کسی پر کوئی اثر نہیں ہوا ہے اس بلکہ قانون پاس ہونے کے بعد تیزاب پھینکنے والے کیسز میں اضافہ ہوا ہے۔۲۰۱۱ء میں ایسے چوالیس کیسز درج ہوئے تھے جو کہ ۲۰۱۲ء میں تراسی ہو گئے ہیں۔ان تیزابی حملوں کی وجہ سے معاشرے میں نفرت اور رد عمل بھی بڑھ رہا ہے

تنظیم سمائل اگین Smile Again Organization کی سربراہ مسرت مصباح کہتی ہیں

"میرے پاس پانچ سو ایسی بچیاں رجسٹرڈ ہیں جو تیزاب یا مٹی کے تیل سے جلائی گئیں۔جیسے ہی یہ جسمانی طور پر کام کرنے کے قابل ہوتی ہیں ہم انھیں کوئی نہ کوئی ہنر سکھانا شروع کر دیتے ہیں۔" [۲۴]

ملک میں آئے دن خواتین پر ظلم و تشدد بڑھتا جارہا ہے خصوصاً گوجرانوالہ کے کچھ علاقوں میں یہ آئے دن کا معمول بن گیاہے۔

''گوجرانوالہ میں چند نامعلوم افراد خاتون پر تیزاب پھینک کر فرار ہوگئے۔ خاتون کو سخت تشویشناک حالت میں مقامی اسپتال منتقل کر دیا گیا۔خاتون کو سخت تشویشناک حالت میں مقامی اسپتال منتقل کر دیا گیا۔میڈیا رپورٹس کے مطابق تیزاب گردی کی شکار خاتون کا چہرہ تیزاب سے بری طرح جھلس گیا۔ پولیس نے واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے تفتیش کا عمل شروع کر دیا ہے۔ پاکستان میں خواتین پر تیزاب سے تشدد کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پاکستان میں خواتین کی سالانہ صورتحال پر مرتب کردہ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں گزشتہ سال ۲۰۱۳ء میں تیزاب گردی کے ۲۴ واقعات پیش آئے۔ جن میں کئی خواتین کو نشانہ بنایا گیا۔ واضح رہے کہ حکومت پاکستان کی جانب سے تیزاب سے خواتین کو نشانہ بنانے کے کئی واقعات کے پیش نظر تیزاب گردی کے خلاف قانون اور تیزاب پھینکنے والے ملزمان کیخلاف کاروائی میں جرمانہ اور سزائیں بھی مختص ہیں۔ مگر اس کے باوجود ملک کے مختلف حصوں سے ایسے واقعات سامنے آرہے ہیں'' ۔[۲۵]

منشیات کا عادی ہونا

دور حاضر کی ایک اور برائی نشے کی لت لگ جانا ہے جب کوئی نشہ کا عادی بن جاتا ہے تو پھر اس طلب کے لئے نشئی اپنی ماں ،بہن، بیوی اور بیٹی تک کو بھی بیچنے سے دریغ نہیں کرتا۔ان پر ظلم و تشدد کرتا ہے تاکہ اس کی اپنی ضرورت پوری ہو۔

''یہ بات کسی بھی عورت کے لیے ایک مستقل روگ ہے کہ اس کا شوہر نشے کی لت میں گرفتار ہو جائے۔ ایسی عورتیں زندگی بھر بے چارگی کا شکار رہتی ہیں اور انہیں بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایسی عورتوں کے شوہر چونکہ روزگار کے قابل نہیں ہوتے لہذا وہ تقاضا کرتے ہیں کہ بیوی اپنے میکہ سے پیسے لا کر دے تاکہ وہ اپنا نشہ پورا کر سکیں لیکن ایسا زیادہ دن نہیں چلتا تو شوہر بیوی پر تشدد کرنا شروع کر دیتا ہے'' ۔[۲۶]

عورت کے خاندان پر اپنی برتری ثابت کرنا

لڑکی کے میکے والوں کو عزت دینا تو دور بلکہ ان کے سامنے ان کی بیٹی پر مختلف قسم کے الزام لگائے جاتے ہیں اس کو ذلیل اور رسوا کر کے خاندان کو کم تر درجہ دیا جاتا ہے اور اس کی تحقیر کی جاتی ہے۔ عورت ماں ،بہن ،بیٹی اور بیوی ہے۔ ہر روپ میں قابل احترام اور محبت و شفقت کے قابل ہے۔اور اس پورا حق رکھتی ہے کہ گھر کے معاملات میں اپنا مشورہ دے سکے۔

"عورتوں کو آزادئ رائے کا پورا حق ہے حتیٰ کہ اسلام نے لونڈیوں کو بھی اپنی آزادانہ رائے رکھنے کا حق دیا۔اور یہ اتنی عام ہو چکی تھی کہ عرب کی لونڈی اس پر بے جھجک بناء تردد کے عمل کرتی تھی۔ حتیٰ کہ رسول ﷺ کی اس رائے سے جو بحیثیت نبوت و رسالت کے نہیں ہوتی تھی اس پر بھی

بے خوف وخطر کے اپنی رائے پیش کرتی تھیں۔اور انہیں کسی چیز کا خطرہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔اور نہ ہی نافرمانی کا" ۔[۲۷]

گوجرانوالہ میں خواتین پر تشدد کے خاندان، بچوں اور معاشرے پر اثرات

یہ معاشرہ بہت ظالم ہے اور اس کے ظلم کا شکار زیادہ تر عورتیں اور بچے ہیں۔اس معاشرے کا مرد عورت پر غالب آنا چاہتا ہے۔فرسودہ روایات کے مارے ہوئے پسماندہ ذہنیت رکھنے والے لوگ آج بھی عورت کو حقیر مانتے ہیں۔ان کو پامال کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود توقع رکھتے ہیں کہ عورت اس مرد کو اپنے لئے خوش قسمتی سمجھے۔عورت مرد کے لئے جتنا بھی اچھا کرلے اسے پھولوں کے بدلے ہمیشہ کانٹے ہی ملتے ہیں کیونکہ عورت ذات میں مرد کی نسبت برداشت کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اور وہ خود میں انا اور انتقام کی آگ لگنے سے پہلے ہی بجھا دیتی ہے۔موجودہ دور میں ہر تیسری عورت تشدد کا نشانہ بنتی ہے اور ضروری نہیں کہ تشدد اس کے سسرال یا باہر والے کریں بلکہ یہ تشدد اس عورت کے اپنے گھر والوں اور جاننے والوں کی طرف سے بھی رونما ہو سکتا ہے جو خاندان اور معاشرے پر غیر مثبت اثرات چھوڑ رہا ہے۔عورت پر تشدد نہ صرف ایک ظلم اور جرم ہے بلکہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔بین الاقوامی سطح پر ایک مشاہدہ سامنے آیا ہے جس میں تمام دنیا کی ۳۵ فیصد عورتیں یا لڑکیاں اپنی تمام زندگی میں کسی جسمانی یا جنسی تشدد کا نشانہ بنی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے خاندان اور معاشرے کو بھیانک اثرات سے واسطہ پڑتا ہے۔تمام دنیا کی ۲۵۰ ملین بچیاں ایسی ہیں جن کی شادیاں پندرہ سال کی عمر میں کر دی جاتی ہیں اس طرح عورت نامکمل رہ جاتی ہے اور دوسرا وہ نفسیاتی طور پر مفلوج ہو جاتی ہے کیونکہ ابھی اس کا ذہن بنا نہیں ہوتا اور عملی زندگی میں بہت سارے مسائل کا سامنا اور تشدد بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔

> "اگر مرد اور عورت کے سماجی و معاشرتی رشتوں میں عدم توازن اور جنسی تعلقات میں بے اعتدالی ہو تو معاشرہ زوال اور انحطاط کی طرف بڑھنے لگتا ہے کیونکہ سماجی رشتوں میں توازن نہ ہونے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اجتماعی زندگی کے بعض گوشے خالی اور ویران ہونے لگتے ہیں اور بعض گوشوں پر ضرورت سے زیادہ قوت صرف ہو جاتی ہیں اور یہ دونوں ہی باتیں معاشرے کے لیے تباہ کن ہوتی ہیں۔" [28]

انسانی معاشرے میں عورت یا مرد ایک دوسرے کی حیثیت اور حالات زندگی سے براہ راست اور خاندان، معاشرہ اور بچوں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔تشدد زدہ معاشرہ اور مار پیٹ کی کوشش میں زندہ رہنے والی عورت کو متشدد باپ، بھائی، بیٹے اور شوہر کا ورثہ دیتی ہے۔جس گھر میں ماں، بہن، بیوی اور بیٹی پر تشدد کیا جاتا ہے زبردستی کے عادی باپ، بھائی، بیٹے اور شوہر پیدا ہوتے ہیں۔گھر کی چاردیواری میں کیا جانے والا تشدد گلیوں، سڑکوں، عدالتوں، دفتروں، بازاروں یہاں تک کہ اسمبلیوں تک پہنچ جاتا ہے۔عورتوں پر تشدد کرنے والا گھرانہ متشدد معاشرے کی بنیادی اینٹ فراہم کرتا ہے۔تشدد ایک اجتماعی جرم ہے کیونکہ معاشرے میں کسی ایک فرد پر تشدد کے اثرات سب کو بھگتنا پڑتے ہیں۔ایک عورت پر تشدد سارے معاشرے پر اثر چھوڑتا ہے۔

''عصر حاضر میں جن ممالک نے ان فطری روحانی سکون کے اسباب عائلی زندگی کے بارے میں غیر متوازن رویہ اپنایا تواعداد و شمار نے ثابت کر دیا کہ روحانی سکون میاں بیوی اور بچوں کی پر سکون رفاقت میں پوشیدہ ہے اور یہ ساتھ انسان کو روحانی خلاؤں میں گم ہونے سے بچانے لیتا ہے روحانی تشنگی کی بناپر ناآسودہ انسان کو دیکھ کر کر دل پکار اٹھتا ہے ہمیں اس انسان کی تخلیق نو کرنا ہو گی جس کو جدید زندگی اور موضوع مقابلوں نے نکما بنادیا ہے دونوں صنفوں کی تجدید بھی از سر نو ہو گی شخصیت سازی کے لیے موجود اسکول کارخانے اور دفاتر ختم کرنے ہوں گے'' ۔[29]

خراب عائلی حالات کے پروردہ بچے معاشرے میں قوت اور توانائی بننے کی بجائے ایک خطرہ بن کر سامنے آتے ہیں نہ صرف انکی اخلاقی روحانی اور جسمانی تعمیر نامکمل رہتی ہے بلکہ وہ تمام معاشرتی مراحل اور روابط میں سر راہ بن جاتے ہیں کیونکہ معاشرا انہیں گھرانوں سے مل کر بنتا ہے جیسے عمارت کی ہر اینٹ اور دیگر کا ہر چاول اہمیت رکھتا ہے اسی طرح ہر گھرانہ معاشرے کا بنیادی ستون ہوتا ہے

''عورت اور مرد بیوی اور خاوند پھر ماں اور باپ اور پھر بچوں کی پیدائش نشو و نما اور پرورش یہ سب ایک گھرانے کے تکمیلی مراحل ہیں زندگی کی یہ مراحل نہایت اہم حیثیت رکھتے ہیں اگر بچوں میں آگے بڑھنے کا حوصلہ نہیں ہے اور وہ اچھی روایات کے امین بن کر زندگی گزارنا نہیں چاہتے تو وہ اپنی بالغ عمری میں ہی خوشگوار یادوں، اچھی عادات اور اعلی اقدار سے محروم ہو سکتے ہیں حالانکہ یہ سب امور معاشرے میں انسانی بقا کے لیے ضروری ہیں'' ۔[30]

جس گھر میں خواتین پر سر عام تشدد ہوتا ہو جہاں آئے دن ب مار پیٹ، گالی گلوچ سے کام لیا جاتا ہو اس گھر کے بچے اپنی فطری معصومیت کھو دیتے ہیں وہ وقت سے پہلے بڑے ہو جاتے ہیں۔ پڑھائی لکھاری چھوڑ کر غلط کاموں میں پڑ جاتے ہیں۔ سخت ذہنی اذیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کی بجائے بگاڑنے لگتے ہیں۔ جو کام وہ اپنے باپ کو اپنی ماں کے ساتھ کرتا دیکھتے ہیں۔ بچے بھی ویسی حرکات و سکنات شروع کر دیتے ہیں۔ باپ کے ساتھ مل کر ماں کو مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ اذیت اور احساس محرومی کو مٹانے کے لیے نشہ جیسی بری لت میں پڑ جاتے ہیں۔ گھر آ کر گالی گلوچ اور مار پیٹ کر کے ماں اور بہنوں پر تشدد کرتے ہیں جب ماں خود آئے دن شوہر اور سسرال کے ہاتھوں تشدد کا نشانہ بنتی ہے تو ضمیر اور اخلاقی اقدار کی اہمیت تو دور کی بات، بچوں کے ساتھ محبت سے بات تک کرنے کو رہ جاتی ہے۔ پھر وہ بچوں کی تربیت نہیں کرتی بلکہ بچے خود اپنی تربیت کرتے ہیں سکول چھوڑ کر بری صحبتوں اور بری عادتوں میں پڑ جاتے ہیں۔ ان کے دل میں نرمی کی بجائے سختی اور سنگدلی جگہ لے لیتی ہے۔ وہ اپنی غلطیاں ماننے کی بجائے خود سر اور ضدی ہو جاتے ہیں اور تشدد سے گھروں کے گھر اور خاندانوں کے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں۔

''موجودہ عائلی سسٹم میں خرابیاں موجود ہیں اس میں عورت کی مشکلات نسبتاً زیادہ ہیں بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ بعض صورتوں میں وہ مظلومی میں مبتلا ہو جاتی ہے خاص طور پر سیدھی سادی مسلمان عورتوں کی جن اذیت ناک داستانوں سے میں آگاہ ہوا اور جیسے حالات کے بارے میں مجھ سے سوالات پوچھے جاتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں شوہروں کی وہ اکثریت جو قدیم یا جدید جاہلیت پر مبنی عائلی نظام کو لے کر چل رہی ہے بالعموم عام انسانی شائستگی سے بھی عاری ہے ستم یہ کہ ایسے شوہر اسلام کے تمام احکام کو روند کر اسلام کے اندر سے اپنے لئے یہ حکم نکال لیتے ہیں کہ بیوی کو ان کا ہر حکم ہر قسم کے حالات میں ماننا چاہیے اور ذرا بھی چوں اور چرا نہیں کرنی چاہیے بیویوں کے لیے ان کا نقطہ نظر ان سے بدتر ہے جو قدیم دور میں کسی شریف آدمی کا لونڈی کے متعلق ہوتا تھا ازدواجی زندگی میں اسلام جو مطالبات سے کرتا ہے وہ انہیں پورا نہیں کرتے البتہ فریق ثانی سے چاہتے ہیں کہ وہ ان کے فرامین کی تعمیل کرے گا'' ۔[31]

جب معاشرہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ خواتین پر تشدد جائز ہے اور اس میں مردانگی ہے تو ایسا تشدد پسند معاشرہ بے حس، اجڈ اور خود غرضوں سے بھرا ہوتا ہے یہاں دوسروں کی بہن، بیٹیوں اور بہوؤں کی خبریں جن پر تشدد ہوا ہو مزے لے لے کر ان کی تشہیر کی جاتی ہے انہیں مزید بدنام کیا جاتا ہے۔ دوسروں کا دکھ درد محسوس نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسے معاشرے میں دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھا جاتا ہے۔

''ہماری نئی آئینی اصلاحات کے ایک خوفناک کمزوری یہ ہے کہ انہوں نے گندے کپڑے چار دیواری یا غسل خانے کے اندر دھونے کی بجائے اب چوراہوں پر دھوبی گھاٹ کھلوا دیے ہیں اور گندگی کو عام تر کرنے کا انتظام ہو گیا ہے۔ مغربی قانونی ازدواج اپنی اس کمزوری کی وجہ سے سماج کو گندا کرنے کا باعث بنا تھا اب وہی کچھ ہمارے اسلامی معاشرے میں بھی ہوگا دوسری خرابی ان کی یہ ہے کہ وہ اپنے نفسیاتی اعتبار سے مصالحت کی طرف لے جانے والی نہیں بلکہ زوجین کو محاربہ کے لئے تیار کرتی ہیں۔ مغرب نے بھی یہی کیا کہ عورت کے اختیار میں قانون کا پستول تھما کر شوہر کے سامنے کھڑا کر دیا ہے شوہر بھی مجبور ہے کہ وہ بھی جوابی پستول سے مسلح رہے ذراسی ناگواری ہوئی اور ''ڈویل'' کا موقع آگیا صبر کی وہ اسپرٹ جس سے سرشار ہو کر ایک جوڑا ناخوشگواریوں اور مشکلات کے خارزار سے گزر کر ازدواجی جنت تک پہنچتا ہے قانونی پستول سے مسلح جوڑوں میں کارفرما ہو ہی نہیں سکتی مگر ان کا رخ صحیح ہونا چاہیے'' ۔[32]

ایسے معاشرے کے باشندے غیر ذمہ دار دوسروں کا استحصال کرنے والے اور کم عقل ہوتے ہیں یہ قانون شکن جرائم پیشہ اور منافق ہوتے ہیں نہ اپنی گھر کی عورتوں کا خیال رکھتے ہیں نہ باہر کسی دوسرے کی عورت پر تشدد کی مذمت کرتے ہیں ایسا معاشرہ بہت جلد زمین بوس ہو جاتا ہے۔ معاشرے کی آدھی سے زیادہ آبادی عورتوں پر مشتمل ہے اور وہ سب کی سب غیر محفوظ

ہیں۔ یہاں تک کہ چھوٹے بچے بچیاں تک مردوں کی ہوس سے محفوظ نہیں ہیں۔ خواتین پر تشدد کسی بھی گھر کا نجی معاملہ نہیں ہے کیونکہ بہن بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں ہیں تشدد کرنا کسی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے بلکہ اس میں وہ تمام لوگ اجتماعی مجرم ہیں جو کسی کی بہن، بیٹی پر تشدد ہوتا دیکھ کر مذمت نہیں کرتے کیونکہ ایک عورت پر تشدد سارے معاشرے پر اثرات چھوڑتا ہے۔

> ''اگر عورتوں کی ملازمت کے نتیجے میں مردوں میں بے روزگاری پھیلتی ہے تو یہ کسی بھی ملک کی مجموعی ترقی پر منفی اثرات مرتب کرے گی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک ملک کی آبادی سو فیصد تعلیم یافتہ ہو سکتی ہے لیکن سو فیصد تعلیم یافتہ کو روزگار مہیا کرنا ممکن نہیں۔ اگر تمام تعلیم یافتہ خواتین اپنا مقصد تعلیم حصول ملازمت کو بنالیں تو ان کی اچھی خاصی تعداد کو بے روزگار رہنا پڑے گا تو اس کے مقابلے میں اگر خواتین گھر کے نظم و نسق اور بچوں کی پیدائش اور نگہداشت سے رو گردانی نہ کریں اور گھر سے باہر کے معاملات مردوں کے لیے چھوڑ دیں تو اس صورت میں اس قوم کا خاندانی شیرازہ بھی قائم رہے گا اور پڑھے لکھے افراد میں ملازمت کا توازن بھی متاثر نہیں ہوگا۔ عورتوں کی ملازمتوں میں برابری پر زور دینے کی بجائے اگر مردوں کی تنخواہوں میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا جائے تو یہ معاملہ پہلے سے کہیں بہتر ہوگا۔'' [33]

اس وقت عالمی سطح پر عورتیں لامتناہی اور لاینحل مسائل سے دوچار ہیں۔ اس وقت دنیا میں عورتیں دو میدانوں میں شدید رنج والم برداشت کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک ہے خاندان اور دوسرا میدان ہے سماج اور معاشرہ۔ یہ چیز یورپ اور امریکا میں اسی طرح ان ممالک میں ہے جنہوں نے انہیں اپنا آئیڈیل قرار دیا ہے۔ کہیں بہت زیادہ شدت نظر آتی ہے تو کہیں یہ شدت کچھ کم ہے۔ گھر کے اندر عورت مظلوم ہے۔ یعنی شوہر گھر کے اندر واقعات بیویوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس ماحول میں گھر کے اندر عورتوں پر مردوں کا سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ مرد عورت کو اپنی شریک حیات نہیں بلکہ دل بہلانے کی چیز سمجھتا ہے۔ اپنے تمام جذبات واحساسات کو عورت پر نثار نہیں کرتا۔ یہ مرد گھر کے باہر غیر اخلاقی حرکتوں، عیاشیوں اور شہوانی مشغلوں میں مصروف ہیں جبکہ گھر کے اندر ایک سرد مہری اور بے رخی کا انداز ہے جو کبھی کبھی بد اخلاقی اور زور زبردستی کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ سب سے اہم بات مرد اور عورت کا باہمی تعاون اور ہوتا ہے۔ انسان اپنی بیٹی کو معلوم نہیں کیسی کیسی زحمتیں گوارا کر کے پیار محبت سے بڑا کرتا ہے۔ وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی جو ماں باپ کے گھر میں ہنوز بچی ہی شمار کی جاتی ہے اس کے بعد شوہر کے گھر جاتی ہے جہاں اس سے یکبارگی یہ توقع ہو جاتی ہے کہ ہر بات سمجھے۔ ہر کام انجام دے اور ہر ہنر سے واقف ہو۔ اس سے ذرا سی غلطی ہوئی نہیں کہ چڑھائی کر دی جاتی ہے اصولی طور پر ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ وہ بھی ایک انسان ہے۔ علمائے کرام اور حکومت وقت کا فریضہ بنتا ہے کہ وہ عورت سے متعلق حقوق و فرائض کا تعین کریں اور اس سلسلے میں کسی تال میل سے کام نہ لیں۔

حواشی و حوالہ جات

[1] روزنامہ دنیا نیوز، ۱۷ مئی ۲۰۰۷

[2] ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی، جامع ترمذی، ابواب النکاح، (الریاض، دارالسلام، ۱۹۹۹)، حدیث ۱۰۸۴

[3] محمد ہارون معاویہ، ازدواجی زندگی کے راہنما اصول، (کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۵)، ص ۸۷

[4] ابو بکر احمد بن عمر، المسند، کتاب النکاح، (بیروت ۱۴۰۹)، ص ۲۷۰

[5] امام ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی الرجل یدخل حدیث، (الریاض، ۱۹۹۴) ۲، ۲۱۲۵/۱، ۲۴۰

[6] مبشر حسین لاہوری، ہدایۃ العروس، (نعمانی کتب خانہ، لاہور، ۲۰۰۳)، ص، ۳۶۱

[7] البقرہ: ۲: ۲۴۱

[8] الصفات ۳۱: ۱۰۰

[9] ال عمران ۳: ۳۸

[10] الفرقان ۲۵: ۷۴

[11] شعیب بن احمد نسائی، سنن نسائی، کتاب النکاح، عورتوں سے حسن سلوک، (مکتبہ، دارالسلام ۱۹۸۶)، حدیث ۱۳۰۲،

[12] روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۷ جون ۲۰۱۳، ص ۳

[13] ابوالاعلی مولانا مودودی، تفہیم القرآن، (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۷۴)، ص ۳۵۰

[14] ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی، جامع ترمذی، کتاب المناقب، حدیث، ۳۸۹۵

[15] محمد ہارون معاویہ، ازدواجی زندگی کے رہنما اصول، (دارالاشاعت کراچی، ۲۰۰۵ء)، ص ۲۶۴

[16] BBC NEWS Urdu,27th Septeber,2014

[17] زینب الغزالی، مسلمان عورت کا اصل مسئلہ، مترجم، منیر احمد خلیلی، (حسن البنا اکیڈمی، راولپنڈی، ۱۹۸۶ء)، ص ۹

[18] النساء ۴: ۴

[19] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، دارالسلام۔ الریاض، جلد سوم، حدیث ۱۹۸۱، ۳۳۰ء

[20] صالح فوزان، تحفہ نسواں، مترجم، ڈاکٹر رضاء اللہ، ادارہ مطبوعات خواتین، لاہور، ص ۱۷۴

[21] البقرہ ۲: ۲۳۶

[22] النساء ۴: ۱۱

[23] . BBC Report 2014

[24] . BBC Report 2014

[25] .2014BBC News, 23rd January,

[26] روزنامہ نوائے وقت، (لاہور، ۷ مئی، ۲۰۱۳ء)، ص ۴

[27] مولوی عبدالصمد رحمانی، اسلام میں عورت کا مقام، (دینی بک ڈپو، اردو بازار، دہلی)، ص ۲۳-۲۲

[28] مولانا سید جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرے میں، (مرکزی مکتبہ، اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ ۲۰۱۱ء)، ص ۱۲

[29] Alxes carrel, Man, The Unknown, London, p.26

[30] رچرڈ، آبیز، لنڈا، ''گھر ہو تو ایسا'' مترجم۔ اعجاز رانا، (نشریات لاہور، ۲۰۰۷ء)، ص ۹

[31] مولانا نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں، (الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۸ء)، ص ۲۷۵

[32] مولانا نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں، (الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۸ء)، ص ۲۳۶

[33] محمد عطاءاللہ صدیقی محدث، عورت اور ترقی، (مارچ ۲۰۰۴)، ج ۳۶، ش ۳ ص ۹